عدم تحریف قرآن
(قسط اول)

آیت اللہ محمد فاضل لنکرانی

تحریف کے معانی اور ان کا رد

کتابِ خدا، قرآن مجید سے متعلقہ مسائل میں سے ایک مسئلۂ تحریف ہے ۔اس لئے اس کے بارے میں تفصیلی بحث کرنا ضروری ہے تا کہ ہر قسم کا شک و شبہ دور ہو سکے اور یہ امر تحقیقی طور پر ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ کتاب اپنی ہر حیثیت میں محفوظ ہے ۔یہی وہ کتاب ہے جو نبوت و رسالت کے لئے واحد دائمی معجزہ ہے اور یہی وہ واضح ضابطہ ہے جو نوع انسانی کے دینی و دنیوی امور کی طرف صلاح و کامیابی کی طرف ہدایت کے لئے آیا ہے ۔یہی قیامت تک ان کو ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لے جانے کا وسیلہ ہے ۔یہی ان کو راہ مستقیم کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور ان کے لئے آسان اور مفصل شریعت پیش کرتی ہے اور اس سعادت دارین کا نظارہ کراتی ہے جو ہر عمل کیلئے مطلوبہ سعادت وغرض و غایت ہے۔

یہ کتاب خود ظاہر کرتی ہے کہ تحریف کے قائلین زعم باطل کا شکار ہیں وہ نا آگاہ نہیں سمجھ سکے کہ ان کے اس پوچ خیال سے کیا کیا فاسد نتائج اور برے اثرات مرتب ہوتے ہیں یعنی حق و صداقت کی غرض فوت ہوتی ہے اور اسلام و مسلمین کے کینہ ور مخالفین یہود و نصاریٰ وغیرہ کو گردن بلند کرنے کا موقع ملتا ہے جو اس مضبوط مستحکم دین کی عظمت اور مسلمانوں کی شوکت کو برداشت نہیں کر سکتے اور ان کو رسوا کرنے اور ان کے عقائد کو کمزور بنانے کیلئے ہمیشہ کسی بھی ممکنہ ذریعے کا سہارا لینے سے گریز نہیں کرتے ۔

تعجب کا مقام ہے کہ صفِ علماء میں شمار ہونے والے بعض افراد دین اسلام میں تعصب کا مظاہرہ کرنے کیلئے قول تحریف اپنانے پر اصرار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ قول تحریف کا قائل ہونے میں انہیں دوسروں پر ایک خصوصی فضیلت اور ترجیح حاصل ہوجاتی ہے۔حالانکہ تحریف ایسا پست نظریہ ہے کہ جس سے ادنیٰ عقل وشعور رکھنے والا انسان بھی برائت ڈھونڈتا دکھائی دیتا ہے اور عقل ہی رسول باطنی اور حجت داخلی ہے۔

بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ کچھ مشتبہ اور مخفی ہاتھ ہیں جو اسلام کی عداوت پر مبنی سیاست کے مدنظر واضح مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اس باطل عقیدے کی تائید کرتے ہیں لہٰذا ہر سیاسی فکر رکھنے والے (بالخصوص وہ افراد جن پر ان کی ذمہ داری بھی ہے) اور ان خصوصیات سے آگاہ اشخاص کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسے راستے پر چلنے سے پرہیز کریں جن کا نفع دشمنان اسلام کو پہنچتا ہو۔یعنی اس سے دین کمزور پڑتا ہو اور اہل اسلام کی رسوائی ہوتی ہو اور دوسروں کو مذہب حقہ امامیہ اثناءعشریہ پر یہ تہمت جوڑنے اور افتراء باندھنے کا موقع ملتا ہو، جب غیر یہ کہیں کہ شیعوں کے عقائد ونظریات کے خصوصیات میں ایک یہ ہے کہ وہ قرآن مجید میں تحریف ہونے اور اس میں کمی واقع ہونے کے قائل ہیں ،حتیٰ کہ وہ لوگ یہ بھی کہنے لگیں کہ شیعان حیدرؑ کرار میں جو شخص تحریف پر زیادہ اصرار کرے وہ ان کے ہاں تعظیم وتکریم کے قابل سمجھا جاتا ہے۔

چند سال پہلے کی بات ہے کہ حج کے ایام میں شیعہ کے ردوبطلان میں ایک رسالہ وہاں تقسیم کیا گیا (خدا اس کے مؤلف کو عذاب دے) اس مؤلف نے اپنے غلط مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اس رسالے میں جس چیز کو سب سے زیادہ مورد استدلال قرار دیا اور جس نکتے پر اس نے سب سے زیادہ اعتماد کیا وہ یہ تھا کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ہاں یہ قول تحریف جو بعض علماء کا نظریہ تھا اسے اس نے سب کا عقیدہ کہا اور اسے شیعہ اثناءعشریہ کے امتیازی علامات میں سے قرار دیا، پھر کہتا رہا کہ اس عقیدے سے ان لوگوں کی غرض یہ ہے کہ وہ (شیعہ) دراصل اس قرآن کے ساتھ تمسک سے فرار کرنا چاہتے ہیں جو ثقل اکبر ہے اور جس سے قیامت تک تمسک واجب ہے۔

اب ان تمام چالوں اور ناروا حملوں سے آگاہ ہونے کے باوجود بھی کسی عاقل کے لیے جائز ہوسکتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس باطل عقیدے کی بات کرے، چہ جائیکہ کوئی اس کے حق میں کتاب لکھے اور اس میں ایسی آیات کا سہارا لینے کی کوشش کرے جو اس نظریئے سے دور کا واسطہ بھی نہیں رکھتیں اور ایسی روایات کا مستند بنائے جو درحقیقت جعلی اور موضوعہ ہیں۔(خداوند تعالیٰ ہم سب کو گمراہی اور لغزش سے محفوظ رکھے)۔

بہر کیف اللہ تعالیٰ کی مدد کا سہارا لیتے ہوئے ہم اس موضوع کی تحقیق کا آغاز کرتے ہیں اور محل بحث اور موضوع نزاع کے دلائل پر متوجہ ہونے سے پہلے دو امور کو پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

امر اوّل

اس میں لفظ ''تحریف'' کے معنی کا بیان ہو گا جن میں وہ استعمال ہوتا ہے۔ہم دیکھیں گے وہ کون سا معنی ہے جو ان میں محلِ بحث اور موردِ نزاع بنا ہے اس لئے اس کے بعد اس کا جواب ہو گا:

چنانچہ ہمارے ہم عصر علماء اعلام میں سے ایک بزرگ شخصیت اپنی کتاب ''البیان فی تفسیر القرآن'' میں فرماتے ہیں:(۱)

''تحریف'' کا لفظ مشترک لفظ ہے اس لئے کئی ایک معانی میں استعمال ہوتا ہے اہلِ اسلام کا اتفاق ہے کہ تحریف اپنے کچھ معنی کے ساتھ قرآن میں واقع ہوئی ہے اور بعض معنی میں نہیں ہوئی۔نیز تحریف کے بعض معانی کے متعلق اہل اسلام میں اختلاف ہے کہ کیا قرآن میں ہوئی ہے یا نہیں ہوئی؟ چنانچہ ان تمام معانی کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے''۔

پہلا معنی

''تحریف'' یعنی نقل الشیء عن موضعہ وتحویلہ الیٰ غیرہ (ایک شے کو اپنے مقام سے اٹھا کر دوسرے مقام پر رکھ دینا) قرآن مجید کی اس آیت میں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

"مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ" (نساء:۴۶)

(یہودی لوگوں میں کچھ ایسے افراد ہیں جو کلمات کو اپنے مقامات سے ہٹا دیتے ہیں)

تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اس قسم کی تبدیلیاں قرآن مجید میں بھی کی گئی ہیں، کیونکہ ہر ایسا شخص جو قرآن مجید کو اس کی حقیقت سے ہٹا کر تفسیر کرتا اور معانی کے غیر پر حمل کرتا ہے وہ قرآن کی اسی طرح کی تحریف کرتا ہے یہ امر بالکل عیاں ہے کہ کس قدر اہل بدعت اور فاسد مذاہب کے معتقدین ہیں جو قرآن کی غلط تفسیر کر کے اس قسم کی تحریف کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ وہ آیاتِ خداوندی کو اپنی خواہشات وآراء کے مطابق موڑتے اور تاویل کرتے رہتے ہیں حالانکہ بہت سی روایات میں اس قسم کی تحریف کرنے سے منع کیا گیا ہے اور ایسا کرنے والے کی سخت مذمت کی گئی ہے۔

۱۔ کافی میں شیخ کلینی نے اپنے سلسلہ سند کے ساتھ حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے سعد الخیر نامی ایک شخص کے خط کے جواب میں لکھا:

> ''ان لوگوں کے کتابِ خدا کو ترک کر دینے کی ایک شکل یہ ہے کہ انہوں نے اس کے حروف کو تو برقرار رکھا لیکن اس کی حدود ''معانی'' کو بدل دیا، پس وہ اسے روایت وتلاوت تو کرتے رہے لیکن انہوں نے اس کی حفاظت و رعایت نہ کی یعنی اس پر عمل نہ کیا۔ اکثر جہلاء کو ان لوگوں کا قرآن کی روایت وتلاوت کرتے رہنا بہت پسند آتا ہے، لیکن علماء کو ان لوگوں کا اس کی رعایت وعمل میں بے پروائی برتنا

مخزون کیے رکھتا ہے''۔

دوسرا معنی

تحریف یعنی حروف یا حرکات میں اس طرح کمی یا زیادتی کرنا کہ قرآن محفوظ رہے اور ضائع نہ ہونے پائے اور ظاہر میں قرآن کو غیر قرآن سے امتیاز بھی نہ دیا جا سکے۔

اسی معنی کے اعتبار سے بھی قرآن مجید میں تحریف کا ہونا ایک قطعی امر ہے چنانچہ گزشتہ مباحث میں ہم نے ثابت کیا ہے کہ قرأت متواتر نہیں ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن منزل من اللہ ان قرأتوں میں سے ایک قرأت کے مطابق تھا لہذا بقیہ سب قرائتیں یا تو قرآن میں زیادتی کا باعث ہیں یا کمی کا موجب ہیں۔

تیسرا معنی

تحریف یعنی ایک یا دو کلمے کی کمی یا زیادتی اس طرح کرنا کہ قرآنِ منزل محفوظ رہے۔ اس معنی کے اعتبار سے بھی تحریف کا وقوع صدرِ اسلام اور زمانۂ صحابہ کرام میں ایک یقینی حقیقت ہے اور اس کی دلیل تمام مسلمانوں کا اس امر پر اجماع ہے کہ حضرت عثمان نے کئی ایک مصاحف کو جلا دیا جائے اور اپنے تمام گورنروں کو حکم دیا کہ میرے جمع شدہ قرآن کے علاوہ باقی تمام مصاحف کو جلا دیا جائے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ تمام مصاحف حضرت عثمان کے جمع شدہ مصحف کے مخالف تھے ورنہ ان کے جلا دینے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی اور بہت سے علماء کرام نے تحقیق کر کے ان اختلافی مقامات کی فہرستیں بھی تیار کی ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک عالم عبداللہ بن داؤد سجستانی ہے کہ اس نے اس سلسلے میں جو کتاب المصاحف تصنیف کی ہے، اس کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ یہ تحریف لامحالہ واقع ہوئی ہے ۔ہاں یا تو حضرت عثمان سے ہوئی ہو یا ان مصاحف میں ہوئی جو جلائے گئے تھے لیکن آئندہ مباحث میں انشاء اللہ ہم ثابت کر دیں گے کہ حضرت عثمان کا جمع کردہ مصحف وہی قرآن تھا جو عام مسلمانوں کے ہاں مشہور و معروف تھا اور جسے مسلمانوں نے حضرت نبی کریمؐ سے دست بدست نقل کیا تھا لہذا کمی یا زیادتی جو کچھ تھی وہ ان مصاحف میں تھی جو حضرت عثمان کے زمانے کے بعد ختم ہو گئے اور قرآن آج ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے اس میں نہ کوئی کمی اور نہ کوئی زیادتی ہے۔

چوتھا معنی

تحریف یعنی آیت یا سورۃ میں اس طرح کمی یا زیادتی کرنا کہ قرآن منزل محفوظ رہے اور اس امر پر بھی اتفاق ہو کہ آنحضرتؐ نے اس کمی کو یا زیادتی کو قرائت فرمایا۔

اس معنی میں تحریف کے بارے میں یقین ہے کہ قرآن مجید میں واقع ہوئی ہے مثلاً بسملہ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) کے متعلق تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ آنحضرتؐ نے سورۃ توبہ کے علاوہ تمام سورتوں کی ابتداء میں

اس آیت کی قرائت فرمائی تاہم علماء اہلسنت کے ہاں اختلاف ہے کہ کیا یہ قرآن کا جز ہے یا نہیں؟اس میں سے ایک جماعت اس امر کی قائل ہے کہ یہ قرآن کا جز نہیں بلکہ مالکی تو اس حد تک کہتے ہیں کہ نماز فرضیہ میں سورۃ فاتحہ کے قبل بسملہ کا تلاوت کرنا مکروہ ہے، مگر نمازی کی نیت یہ ہو کہ وہ اس اختلاف سے خروج کرے ان کی دوسری جماعت کا نظریہ ہے ک بسملہ قرآن کا جز ہے شیعہ بلا اختلاف سورۃ توبہ کے علاوہ ہر سورۃ کا جز تسلیم کرتے ہیں جبکہ علماء اہل سنت میں سے ایک گروہ کا بھی یہی قول ہے اس کے بعد حتمی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ جو قرآن آسمان سے نازل ہوا تھا اس میں یقیناً اس قسم کی کمی یا بیشی ہوئی ہے۔

پانچواں معنی

تحریف یعنی قرآن مجید میں اضافہ کر دینا بایں کہ یہ قرآن جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے اس کا کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام نہیں ہے۔

اس معنی میں تحریف کے بارے میں تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ ہرگز نہیں ہوئی بلکہ ایسی تحریف کا بطلان اہل اسلام کے بدیہی مسلمات میں سے ہے۔

چھٹا معنی

تحریف بمعنی نقص یعنی یہ کہا جائے کہ موجودہ قرآن اس پورے قرآن پر مشتمل نہیں ہے جو منجانب خدا آسمان سے نازل کیا گیا، لہذا اس قرآن کا کچھ حصہ ضائع ہو گیا اور اب قوت عوام الناس کی دسترس میں نہیں ہے۔

یہ تحریف کا وہ معنی ہے جس میں اہل اسلام کا اختلاف ہے کہ بعض اس کے وقوع کے قائل ہیں اور بعض اس کی نفی کرتے ہیں۔ (اقتباس از تفسیر البیان آیت اللہ العظمیٰ الخوئی)

انشاء اللہ آئندہ جمع قرآن میں ہم بیان کریں گے کہ یہ قرآن مجید زمانہ رسول اکرمؐ میں جمع کیا گیا تھا، نیز مصحف عثانی کا دیگر مصاحف کے ساتھ اختلاف قرائت کی کیفت تک محدود تھا اور وہ کلمات کا اختلاف نہ تھا۔

> مقام تعجب یہ ہے کہ خود آپ آئندہ مباحث میں بڑی صراحت کے ساتھ فرماتے ہیں: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عثان نے اپنے زمانے میں قرآن جمع کیا تو اس کا یہ معنی نہیں کہ انھوں نے ایک مصحف میں آیتوں اور سورتوں کو جمع کیا تھا، بلکہ مراد یہ ہے کہ انہوں نے تمام مسلمانوں کو ایک قرائت پر جمع کر دیا تھا پھر دیگر تمام ایسے مصاحف جو اس مصحف کے خلاف تھے انہی نظر آتش کر دیا تھا اور تمام شہروں کی طرف لکھ دیا کہ جو مصاحف ان کے ہاں ہوں ان سب کو نظر آتش کر دیا جائے اور تمام مسلمانوں کو قرائت میں اختلاف کرنے سے منع کر دیا''

اس سے معلوم ہوتا ہوا اختلاف قرائت کی حد تک رہا اور کلمات میں نہ تھا جیسا کہ آئندہ تحقیق سے بھی واضح ہو جائے گا۔

امر ثانی

دوسرا امر جسے ہم قبل از بحث ذکر کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔وہ اس بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

چنانچہ اہل اسلام کے ہاں مشہور نظریہ یہی ہے کہ قرآن مجید میں تحریف نہیں ہوئی جس طرح تحریف زیادت کے عدمِ وقوع پر اجماع ہے اسی طرح تحریف نقص بھی نہیں ہوئی۔لہذا یہ موجودہ قرآن ہی مکمل کتاب ہے جو رسول اللہ پر نازل ہوئی اور اس میں عدم تحریف کا عقیدہ شیعہ امامیہ کے علماء بزرگان نے بڑی صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے یہ صراحت متقدمین اور متاخرین ہر دو کے ہاں موجود ہے، چنانچہ ہم ان کے کلمات کا متن آپ کے لیے نقل کئے دیتے ہیں۔

شیخ صدوقؒ کا کلام

شیخ المحدثین صدوق الطائفہ شیخ صدوقؒ کتاب الاعتقاد میں فرماتے ہیں:۔

''ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ قرآن مجید جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریمؐ پر نازل فرمایا وہی ہے جو ان دونوں گتوں کے درمیان موجود ہے اور وہ اس سے زیادہ نہ تھا جو شخص ہماری طرف یہ بات منسوب کرے کہ ہم اس کے قائل ہیں کہ قرآن منزل اس سے زیادہ تھا تو وہ غلط کہتا ہے اور جھوٹا ہے۔

شیخ مفید کا کلام:

شیخ مفیدؒ ''المقالات'' میں فرماتے ہیں:

''اہل امامت کے ایک گروہ نے یہ کہا کہ قرآن کا کوئی کلمہ کم نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی آیت اور کوئی سورۃ کم ہوئی ہے۔حضرت امیر المومنینؑ نے جو کچھ اپنے مصحف میں لکھا تھا، اس میں قرآن کی تنزیل کی حقیقت کے مطابق تفسیر اور تاویل بھی لکھ دی تھی اور وہ موجودہ قرآن میں حذف کر دی گئی ہے، وہ سب کچھ اگرچہ خدا وند عالم کی طرف سے نازل کردہ حقائق تھے لیکن اس کلام الٰہی کا حصہ نہ تھے جسے اللہ تعالیٰ نے معجزہ قرار دیا تھا۔کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تاویل قرآن کو قرآن کہہ دیا جاتا

ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

”وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا“ (طٰہٰ:۱۱۴)

(اور (اے نبی!) قرآن کی وحی ختم ہونے سے قبل قرآن کو جلد سے نہ پڑھا کرو اور کہو پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما)۔

اس آیت میں تاویل قرآن کو قرآن کہہ دیا گیا اور اس امر میں اہل تفسیر کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔ میرے نزدیک ان کی یہ گفتگو بھی اس شخص کے ساتھ بہت مشابہت رکھتی ہے جو نہ صرف تاویل کی کمی بلکہ نفس قرآن میں درحقیقت نقصان اور کمی کا مدعی ہے اور اس کا میلان زیادہ تر اسی طرف دکھائی دیتا ہے (واللہ اسأل توفیق للصواب)

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ ۔قدس سرہ کا کلام:

آپ ”المسائل الطرابلسیات“ کے جواب میں فرماتے ہیں:

”قرآن مجید کے صحیح طور پر نقل ہونے پر اس طرح یقین ہے کہ جس طرح مشہور شہروں بڑے بڑے واقعات ،مشہور حادثات ،معروف کتب اور عرب کے مرقوم اشعار کے متعلق یقین ہے کیونکہ مسلمانوں نے قرآن کی نقل کو محفوظ رکھنے کی سخت رعایت رکھی اور اس کی حفاظت وحراست کے اسباب بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ بلکہ قرآن کے تحفظ کے اسباب اس میں بہت زیادہ تھے جس حد تک مذکورہ امور میں حفاظت کے اسباب بہم پہنچے تھے ۔اس لئے قرآن مجید آنحضرتؐ کی نبوت کا معجزہ اور علوم شرعیہ اور احکام دینیہ کا ماخذ ہے چنانچہ اس کی حفاظت میں علماء اسلام نے انتہائی انتھک محنت کی اور جہاں کہیں بھی اس کتاب اللہ کے اعراب قرائت ،حروف یا آیات میں کچھ اختلاف کیا گیا علماء ان کو خوب یاد رکھتے ہیں۔ پس اس قدر اہمیت دینے ،سخت محنت اٹھانے اور حفاظت کرنے کے باوجود یہ کیسے ممکن ہے کہ قرآن متغیر یا ناقص ہو جائے قرآن مجید کے تمام اجزاء کا تفصیلی علم بھی اسی طرح ہے جس طرح اس کا مجموعی علم ہے بلکہ جس طرح دوسری کتب کی حیثیت کے بارے میں یقین سے علم کا دعویٰ کیا جاتا ہے اسی طرح قرآن کے متعلق بھی علم و یقین ہے ۔مثلاً سیبویہ یا المزنی کی کتاب کہ ان فنون کی اہمیت کے قائل افراد

نے ان کی اسی طرح حفاظت کی ہے کہ اب وہ جس قدر ان کی کتابوں کا اجمالی علم رکھتے ہیں اس قدر ان کی تفصیل سے بھی آگاہ ہیں حتیٰ کہ کوئی شخص علم نحو میں سیبویہ کی تصنیف ''الکتاب'' میں کوئی ایسا باب داخل کر دے جو اس کا حصہ نہیں تو اسے بڑی آسانی سے پہچانا جاسکتا ہے یعنی پتہ چل جاتا ہے کہ یہ حصہ اصل کتاب میں نہیں اور بعد میں ملحق کیا گیا ہے۔المزنی کی کتاب کی بھی یہی صورت ہے ہاں تو جب سیبویہ کی کتاب نحو اور داؤد کی کتاب شعر کی حفاظت کا اہتمام کرنے سے انکی یہ کیفیت ہوسکتی ہے تو قرآن مجید تو بدرجہ اولیٰ محفوظ و مصئون ہے۔کیونکہ اس کو نقل کرنے تحریر کرنے اور اس کی حفاظت کے اسباب وعوامل نسبتاً بہت زیادہ رہے ہیں۔

سید مرتضیٰ مزید فرماتے ہیں:

''تحقیق یہ ہے کہ قرآن مجید عہد رسالت مآبؐ میں اسی صورت میں مجموع و مولف ہوگیا تھا۔جیسا کہ اب ہے اس کے لئے وہ یہ دلیل پیش فرماتے ہیں کہ ان دنوں قرآن کی تدریس ہوتی تھی اور وہ سارے کا سارا حفظ کیا جاتا تھا حتیٰ کی صحابہ کی ایک جماعت کو حفظ کے لئے متعین کر دیا گیا تھا۔خود نبی اکرم کو بھی قرآن سنایا جاتا اور آپ کے سامنے تلاوت کیا جاتا لیکن صحابہ کے ایک گروہ میں عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب وغیرہ ایسے افراد تھے جنھوں نے نبی کریمؐ کے حضور کئی مرتبہ قرآن ختم کیا تھا ان سب امور پر وقت کے ساتھ غور وحوض کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید ان دنوں جمع ہو چکا تھا وہ مرتب بھی کیا جا چکا تھا اور یونہی غیر مرتب اور بکھرا ہوا نہ تھا۔

سید فرماتے ہیں کہ امامیہ یا حشویہ میں سے جو لوگ اس نظریے کی مخالفت کرتے ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ اس مخالفت کی بنیاد اصحاب الحدیث کے ایک گروہ کی حیثیت سے ایسی روایات کا نقل کرنا جو ضعیف ہیں اور وہ لوگ انہیں صحیح خیال کر بیٹھے ہیں۔لہذا ایسی روایات پر بھروسہ کرتے ہوئے ایک قطعی امر کو ترک نہیں کیا جاسکتا کہ جس کی صحت پر یقین حاصل ہو

شیخ طوسیؒ کا کلام

شیخ طوسی قدس سرہ اپنی تفسیر التبیان کی ابتداء میں فرماتے ہیں:۔

''جہاں تک قرآن مجید میں کمی یا زیادتی کا تعلق ہے تو یہ امر اس لائق ہے ہی نہیں کہ اسے تفسیر میں بیان کیا جاسکے کیونکہ زیادتی کے نہ ہونے پر تو اہل اسلام کا اجماع ہے۔ہم شیعہ امامیہ کے اس صحیح نظریہ کے مطابق یہی قول مناسب رکھتا ہے کہ کوئی کمی نہیں ہوئی چنانچہ سید مرتضٰی نے بھی اس نظریے کی حمایت فرمائی ہے اور روایات سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے اگرچہ خاصہ اور عامہ یعنی شیعہ اور اہل سنت ہر دو کے ہاں ایسی روایات بکثرت موجود ہیں جن میں قرآن مجید کی آیات میں کمی ہوجانے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ لکھ دینے کی باتیں کی گئی ہیں لیکن ان تمام روایات کا سلسلہ اکیلے راوی پر منتہی ہوتا ہے جو یقین اور عمل کا باعث نہیں بن سکتا لہٰذا بہتر یہی ہے کہ ان روایات سے اعراض کیا جائے''

محقق طبرسیؒ کا کلام

محقق طبرسیؒ نے اپنی تفسیر ''مجمع البیان'' کے مقدمہ میں اس نظریے کی حمایت کی ہے جو شیخ طوسی نے تفسیر التبیان میں اختیار فرمایا ہے کیونکہ مجمع البیان بظاہر تفسیر التبیان کا خلاصہ بیان ہے۔

کاشف الغطاء کا کلام

علامہ کاشف الغطاء اپنی مشہور کتاب (کشف الغطاء) میں فرماتے ہیں:۔

''یہ امر شک و شبہ سے بالا تر ہے کہ قرآن مجید الملک الریان (اللہ تعالیٰ) کی حفاظت کی بدولت ہر قسم کے نقصان سے محفوظ ہے جیسا کہ خود قرآن بھی صراحت کے ساتھ اس پر دلالت کرتا ہے اور ہر زمانے کے علماء کا بھی اس امر پر اجماع رہا ہے اس نظریے کے خلاف بعض ناشناس حضرات کا گفتگو کرنا ناقابل اعتبار ہے اور جو روایات اس میں نقص و کمی کے وقوع میں وارد ہوئی ہیں ان کا عقل بدیہی کے خلاف ہونا ان کے ظاہر پر عمل کرنے کے مانع ہے یہاں تک کہ آپ فرماتے ہیں ''ان روایات کو کسی نہ کسی صورت میں تاویل کرنا ضروری ہے۔''

قاضی سید نور اللہ شوستری کا کلام

قاضی سید نور اللہ شوستری مرحوم اپنی کتاب ''صائب النواصب'' میں فرماتے ہیں:۔

''شیعہ امامیہ کی طرف قرآن مجید میں تغیر کے وقوع کی نسبت دینا ایک ایسی بات ہے امامیہ کی اکثریت جس کی قائل نہیں ہے علماء کی جو انتہائی قلیل تعداد اس بات کی قائل ہے اس کی کوئی خاص حیثیت نہیں ہے''۔

شیخ بہائی قدس سرہ کا کلام

شیخ بہائی فرماتے ہیں

''قرآن مجید میں کمی یا زیادتی کے وقوع کے متعلق ان کا باہمی اختلاف ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ قرآن مجید ہر قسم کی کمی اور زیادتی سے مکمل محفوظ ہے جیسا کی خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے''وانالہ لحافظون ''اس کی واضح دلیل ہے لیکن عوام الناس میں یہ بات شہرت پا گئی ہے کہ قرآن کے بعض مقامات سے امیر المومنین امام علیؑ کا اسم گرامی ساقط کر دیا گیا ہے مثلاً یہ آیت یوں تھی: یا ایھا الرسول بلغ ماانزل الیك------ فی علیؑ ------ یا اس قسم کے بعض دیگر موارد میں یہ بات نقل کی جاتی ہے تاہم یہ باتیں علماء کے ہاں غیر معتبر ہیں''۔

مقدس بغدادیؒ کا کلام

آپ شرح الوفیۃ میں فرماتے ہیں:

''قرآن مجید میں کمی ہونے کے بارے میں عرض یہ ہے کہ ہمارے علماء کے مابین یہ قول مشہور ہے کہ اس کتاب میں کوئی کمی نہیں ہوئی حتی کہ اس نظریے پر اجماع بھی نقل کیا گیا ہے''

آپ ہی کا بیان ہے کہ شیخ علی بن عبدالعلیؒ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ انھوں نے قرآن میں ہر قسم کے نقص کے عدم وقوع پر ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور اس میں انہوں نے شیخ صدوق کا گزشتہ کلام بھی نقل کیا ہے۔اس کے بعد احادیث نقل کی گئی ہیں جو قرآن میں کمی ہونے پر دلالت کرتی ہیں پھر اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: جب کوئی روایت کتاب خدا سنت متواترہ اور اجماع کے خلاف ہو تو اس کی تاویل اور مناسب توجیہہ کرنا بھی ناممکن ہو تو واجب ہے کہ ان روایات کو ناقابل عمل قرار دیتے ہوئے ترک کر دیا جائے۔

بعض دیگر علماء کا کلام

علامہ جلیل شہشہانی سے منقول ہے کہ آپ نے اپنی کتاب ''العروۃ الوثقیٰ''میں بحث قرآن کے تحت

مجتہدین کی اکثریت کی طرف نسبت دیتے ہوئے یہی عقیدہ بیان فرمایا ہے۔
مشہور محدث مُلا فیض کا شانیؒ کی دو کتابوں ''الوافی'' اور ''علم الیقین'' میں بھی یہی عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔
عالم کامل جامع کمالات شیخ محمد جواد بلاغیؒ کی تفسیر ''آلاء الرحمٰن'' کے مقدمے میں بھی اسی عقیدے پر مبنی ان کی صریح گفتگو موجود ہے۔

خلاصہ کلام

متقدمین اور متاخرین میں سے علماء و محققین کی ان عبارتوں کا مطالعہ کرنے کے بعد یہی مطلب سامنے آتا ہے کہ بے شک علماء شیعہ امامیہ کے مابین جو عقیدہ مشہور بلکہ جو امر متفق علیہ ہے وہ قرآن میں عدم تحریف ہے۔البتہ علماء اخباریین کا ایک قلیل سا گروہ بعض روایات کے ظاہری معانی سے دھوکہ کھا جانے سے اس میں تحریف کا قائل ہو گیا ہے چنانچہ عنقریب ہم ان روایات سے کیے گئے استدلال کا جواب پیش کرنے والے ہیں۔تاہم قول تحریف کو مذہب حقہ شیعہ امامیہ کی طرف سے منسوب کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے یہ بات بالکل نامناسب ہے کہ قول تحریف شیعہ امامیہ جیسے فرقہ ناجیہ کے حق میں طعنہ بازی کے لئے استعمال کیا جائے ،جیسا کہ اہل سنت اور دیگر فرقوں کے بعض مفسرین کے کلام سے ظاہر ہو رہا ہے۔

بعض اہل سنت علماء کی غلط نسبتیں

چنانچہ اس مقام پر ان کے بعض علماء کا کلام نقل کر دینا مناسب ہوگا تا کہ واضح ہو جائے کی وہ تعصب کے گھوڑے پر کس طرح سواری کرتے ہیں حالانکہ یہ ٹھوکریں کھانے والا گھوڑا ہے نیز یہ بھی معلوم ہو جائے کہ مذہب حقہ شیعہ اثناء عشریہ کیونکر اس قسم کے افترائات اور باطل منسوبات سے دوچار ہے۔

آلوسی کی گفتگو

مشہور مفسر آلوسی اپنی تفسیر ''روح المعانی'' کے مقدمے میں لکھتے ہیں:
''شیعہ کا گمان یہ ہے کہ عثمان بلکہ ابوبکر، عمر نے قرآن مجید میں تحریف کر دی اور اس کی بہت سی آیتوں اور سورتوں کو ساقط کر دیا چنانچہ ان کے محدث کلینیؒ ہشام بن سالم سے روایت کرتے ہیں کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

> ''جو قرآن جبرائیلؑ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس لائے تھے وہ سترہ ہزار آیات پر مشتمل تھا''۔

محمد بن نصر سے روایت ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

''وہ قرآن جو اس وقت موجود نہیں اس میں قریش کے ستر، افراد کے اسماء انکے آباء کے اسماء سمیت درج تھے''۔

سالم بن سلیمہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا:

''ایک شخص نے امام ابو عبداللہ جعفر صادقؑ کو قرآن سنایا اور میں بھی وہاں سن رہا تھا اس میں کچھ ایسے الفاظ تھے جو قرآن میں نہیں ہیں جسے لوگ پڑھا کرتے ہیں، امام نے فرمایا اس قرائت کو چھوڑ دو اور اس طرح قرائت کرو جس طرح عوام الناس کرتے ہیں، تاآنکہ حضرت قائم آل محمدؐ کا قیام ہو جب وہ قیام فرمائیں گے تو اس وقت کتاب خدا کو اپنی اس خاص قرائت کے ساتھ پڑھنا''۔

محمد بن جہم ہلالی وغیرہ امام ابی عبداللہ جعفر صادقؑ سے نقل کرتے ہیں:

''ان امة هي اربی من امة ''یہ کلام خدا نہیں بلکہ اس مقام پر تحریف کر دی گئی ہے اور جو نازل ہوا وہ یوں تھا: ائمه هي ازكى من ائمتكم''

ابن شہر آشوب مازندرانی کتاب ''المثالب'' میں لکھتے ہیں:

پوری سورۃ ولایت قرآن سے نکال دی گئی ہے اور اسی طرح سورۃ احزاب کا بھی اکثر حصہ ساقط کر دیا گیا ہے۔ حقیقت میں وہ سورۃ انعام کے برابر تھی اور یوں انھوں نے اس سے اہل بیت کے فضائل حذف کر دیے ہیں۔

اسی طرح لوگوں نے ''لا تحزن ان اللّٰــه معنا '' کے ماقبل ''ويلك'' کے الفاظ بھی ترک کر دیے ہیں۔

''وقفوهم انهم مسئولون'' کے بعد ''بعلي بن ابی طالب '' کے الفاظ بھی ساقط کردئے ہیں

''فكفى اللّٰه المؤمنين القتال'' کے بعد بھی ''بعلي بن ابی طالب '' کے الفاظ ہٹا دیے ہیں۔

''وسيعلم الذين ظلموا '' کے بعد ''آل محمد '' کے الفاظ نکال دیے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

معلوم ہوا کہ اس وقت دنیائے اسلام کے شرق وغرب میں جو قرآن مجید تمام احکام اسلامی کے لئے مرکز اور قطب کی حیثیت سے موجود ہے وہ ان شیعہ لوگوں کے لئے تورات وانجیل سے بھی تحریف شدہ ہے گویا کہ ان کتابوں کی نسبت بہت زیادہ کمزور تالیف ہے اور اباطیل کا ایک مجموعہ بن کر رہ گیا ہے۔ حالانکہ تمہیں یقین ہونا چاہیے کہ ان کا یہ قول مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہے میری رائے میں اس قول کے مدعی کی حماقت اور اس مفتری کی سفاہت میں کسی کو شک کرنے کی ضرورت نہیں ہے جب ان لوگوں کے کچھ علماء نے اس حقیقت کو درک کرنے میں کامیابی حاصل کر لی تو کہنے لگے ہیں کہ یہ تو ہمارے بعض علماء کا قول ہے اور ہم سب کا نہیں۔

آلوسی اس کے بعد تفسیر مجمع البیان کے مقدمہ سے محقق طبرسیؒ کا قول نقل کرتا ہے جس میں سید مرتضی

علم الہدیٰؒ کا کلام موجود ہے جو اس سے پہلے تحریر کیا گیا اور اس کے قول تحریف کو اہل سنت کے گروہ حشویہ کی طرف نسبت دی گئی ہے۔

اس پر آلوسی یوں تبصرہ کرتا ہے:

یہ سب کچھ طبرسیؒ نے اس وقت لکھا جب اسے اپنے علماء کا قول اس قدر فاسد دکھائی دیا کہ اس کا بطلان بچوں کے سامنے بھی واضح تھا تو اسے یہ کہنا پڑا۔

اس کے بعد لکھتا ہے کہ حشویہ کی طرف جو نسبت دی گئی ہے وہ غلط ہے اور وہ اس نسبت کا انکار کرتا ہے کیونکہ تمام اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن متواتر ہے اور اس میں کوئی نقص نہیں۔ وہ اس طرح تھا جس طرح آج بین الدفتین اس کتابِ خدا میں موجود ہے۔

اس کے بعد کہتا ہے:

''البتہ یہ بات ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کے دور میں قرآن کا وہ حصہ جو متواتر نہ تھا اسے ساقط کر دیا گیا تھا وہ آیات بھی ساقط کر دی گئیں جو منسوخ التلاوۃ تھیں لیکن وہ لوگ ان کی تلاوت کیا کرتے تھے جن تک اس نسخ کی اطلاع نہیں پہنچی تھی اور جب آخری مرتبہ قرآن رسول اکرم پر پیش کیا گیا تو اس میں نہ تھیں پھر اس کی تحقیق میں ابو بکر نے زیادہ زحمت نہ فرمائی۔ مگر اس قرآن کا نور اطراف عالم میں پھیلنے نہ پایا تھا کہ عثمان کا زمانہ آگیا۔ پھر آپ کی زحمات سے یہ عالم کائنات میں پھیل گیا اور امر ان کی طرف منسوب ہو گیا۔

جیسا کہ حمیدہ بنت یونس سے حضرت عائشہ کے مصحف کے بارے میں مروی ہے کہ اس میں یہ آیت یوں تھی:۔

"ان اللّٰہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنو اصلوا علیہ وسلموا تسلیماً وعلی الذین یصلون الصفوف الاول

یہ عثمان کے مصاحفِ قرآنی کو تبدیل کرنے سے قبل کا تذکرہ ہے۔

احمد نے ابی سے ایک روایت بیان کی ہے کہ وہ کہتا ہے: کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تیرے سامنے قرآن کی تلاوت کروں اور پھر آپ نے میرے سامنے یہ آیت اس طرح تلاوت فرمائی:

''لم یکن الذین کفر و امن اھل کتاب والمشرکین منفکین حتی تأتیھم البینۃ رسول من اللہ یتلو اصحفاً مطھرۃ وما تفرق الذین

اوتوا لکتاب الا من بعد ماجاء تھم البیّنة ان الذین عنداللّٰہ الحنیفیة غیر المشرکة ولا الیھودیة ولا النصرانیة ومن یفعل ذلک فلن یکفرہ"

ایک روایت میں یوں ہے:

"ومن یعمل صالحاًفلن یکفرہ وما اختلف الذین اوتواالکتاب الامن بعد ماجاء تھم البیّنة ان الذین کفرواوصدواعن سبیل اللّٰہ وفارقواالکتاب لماجاء ھم اولئک عند اللّٰہ شرالبریة ماکان الناس الاامة واحدة ثم ارسل اللّٰہ النبیین مبشرین ومنذرین یأمرون الناس یقیمون الصلوٰة ویؤتون الزکوٰة ویعبدو ن اللّٰہ وحدہ اولئک عند اللّٰہ خیر البریة جزاؤھم عند ربھم جنات عدن تجری من تحتھاالانھٰر خالدین فیھا ابداً رضی اللّٰہ عنھم ورضواعنہ ذلک لمن خشی ربہ"

حاکم کی روایت میں ہے کہ آپ نے اس کی قرائت میں یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

"ولوانّ ابن ادم سأل وادیا من مال فاعطاہ یسأل ثانیا ولو سأل ثانیاً فاعطا یسأل ثالثاً ولا یملأ جوف ابن ادم الاالتراب ویتوب اللّٰہ علی تاب"

حاکم سے یہ روایت بھی ہے کہ ابی نے اپنے مصحف میں "سورۃ الخلع" اور سورۃ الحفد" بھی اسی طرح لکھی ہوئی تھی:۔

"اللّٰھم انا نستعینک و نستغفرک ونثنی علیک ولا نکفرک و نخلع ونترک من یفجرک ،اللّٰھم ایاک نعبدو و لک نصلی و نسجد،والیک نسعٰی و نحفد ،نرجوا رحمتک و نخشٰی غرابک ان عذابک بالکفار ملحق"

یہ بھی اسی قبیل سے ہے اور اس کی مثل اور بھی بہت کچھ موجود ہے اس روایت کو بھی اسی مفہوم پر محمول کیا جاتا ہے جو ابوعبید نے ابن عمر سے نقل کی ہے کہ اس نے کہا: تم میں سے کوئی بھی یہ نہ کہے کہ میں نے قرآن پورا حاصل کرلیا ہے کسی کو کیا معلوم کہ قرآن پورا کتنا ہے؟ اس قرآن کا بہت حصہ ضائع ہوگیا ہے کہ وہ بھی قرآن میں تھا ہاں یوں کہنا چاہیے کہ میں نے اتنا قرآن حاصل کرلیا ہے جتنا ظاہر میں موجود تھا:

اس قسم کی روایات اتنی زیادہ ہیں کہ شمار نہیں کی جاسکتیں مگر ان تمام روایات کو اسی مفہوم پر محمول کیا جانا چاہیے جو ہم نے ذکر کردیا ہے۔

لیکن ہماری یہ بات کہاں ؟اور گستاخ شیعہ کی وہ بات کہاں ؟ہاں جسے اللہ تعالیٰ نور نہ دے اس کے پاس نور کبھی نہیں آسکتا۔

(آلوسی کا کلام ختم ہوا ۔ہم نے اسے بقدر ضرورت نقل کیا ہے حشرہ اللّٰہ لا مع اجدادہ بل مع من یحبُّہ ویتولاہ ۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے اجداد کے ساتھ محشور نہ کرے بلکہ انھیں کے ساتھ محشور کرے جن سے محبت اور تولّی رکھتا تھا)

آلوسی کی گفتگو کے نقائص

اس گفتگو کے نقائص بالکل واضح اور آشکار ہیں :۔

پہلا نقص

آپ آگاہ ہو چکے ہیں کہ ہمارے علماء امامیہ کے ہاں مشہور بلکہ متفق علیہ نظریہ یہی ہے کہ قرآن میں تحریف نہیں ہوئی ، یہاں تک کہ شیخ صدوقؒ نے عدم تحریف کو مذہب امامیہ کے عقائد میں سے شمار کیا اور علامہ کاشف الغطاءؒ نے اس امر کے ضروری اور بدیہی ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے اب اس کے بعد شیعہ امامیہ سے تحریف کا قول منسوب کرنا افتراء کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اس کا کوئی جواز نہیں کہ ایک فضول اور پوچ نظریے کو ایسے برحق مذہب کی طرف منسوب کر دیا جائے کہ جس کے ہاں عدم تحریف کی شہرت حاصل ہے ،رہا کلینیؒ یا بعض دیگر محدثین مثلاً علی بن ابراہیم قمی کا اس قول کو اختیار کر لینا تو اس سے یہ جواز نہیں نکلتا کہ اس قول کو تمام اور مشہور علماء کی طرف منسوب کر دیا جائے ۔حقیقت تو یہ ہے کہ ان حضرات کی طرف اس قول کی نسبت دینے کی وجہ بھی فقط یہ ہے کہ انھوں نے اپنی کتب میں ان روایات کو درج کر دیا ہے جو بظاہر اس قول تحریف پر دلالت کرتی ہیں لیکن واضح ہے کہ کسی روایت کو نقل کر دینا اس امر کی دلیل نہیں کہ اس کے ناقل کا اپنا پسندیدہ نظریہ بھی وہی ہے جو اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے یہ تب ہو سکتا ہے جب اولاً وہ اس روایت کو معتبر سمجھتا ہو ثانیاً اس کے نزدیک اس روایت کا معنی ظاہری بھی وہی ہو جو نظر آتا ہے ۔ثالثاً اس روایت کی معارض کوئی دوسری روایت بھی موجود نہ ہو اور رابعاً یہ کہ اس مسئلہ میں وہ روایت حجت بھی ہو ۔

حالانکہ ان سب شرائط کا ناقل کے ہاں متحقق ہونا کسی طرح بھی واضح نہیں ہے (لہذا مذکورہ بزرگان کا اپنی کتب میں ان روایات کو درج کر دینا ان کے ہاں نظریہ تحریف کے مختار ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا)۔

دوسرا نقص

آلوسی نے اہل سنت کے گروہ حشویہ کے بارے میں انکار کیا ہے کہ وہ بھی تحریف کے قائل نہیں ہیں، حالانکہ یہ بات بالکل کمزور ہے کیونکہ یہ ایسا فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ ظہور قرآن حجت ہے اگر چہ عقل سلیم کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مادی جسم کے قائل ہیں اور شاید ان لوگوں کو حشویہ کا نام دیئے جانے کی وجہ بھی ان کا یہی نظریہ ہے۔

لہٰذا آلوسی کا ان کی طرف سے قائل تحریف ہونے کا انکار کرنا بالکل بے محل ہے کیونکہ ان کا یہ عقیدہ قدیم زمانے سے شہرت پا چکا ہے۔

تیسرا نقص

وہ ایک طرف تو قرآن مجید میں تحریف ہونے سے سخت انکار کرتا ہے لیکن دوسری طرف نسخ التلاوۃ کے نظریے کو تسلیم کر لیتا ہے جبکہ یہ بھی درحقیقت تحریف ہے۔ جیسا کہ اپنی گزشتہ عبارت میں کہتا ہے:

''ہاں..........! صدیق کے دور میں قرآن کا وہ حصہ ساقط کر دیا گیا جو غیر متواتر تھا اور وہ بھی جو منسوخ التلاوۃ ہو گیا تھا لیکن ایسے لوگ ابھی تک اس کی تلاوت کرتے تھے جنہیں اس نسخ کی اطلاع نہیں ملی تھی''۔

تعجب انگیز بات یہ ہے کہ ایسی کمزوری فقط آلوسی سے ہی مختص نہیں بلکہ یہ کمزوری تو تمام اہل سنت میں پھیلی ہوئی ہے کیونکہ یہ سب ادھر تحریف کی نفی کرتے ہیں اور ساتھ ہی نسخ التلاوۃ کو تسلیم کرتے ہیں وہ اپنی ان تمام روایات کو جو تحریف کے بارے میں نقل ہوئی ہیں اسی نسخ التلاوت پر ہی محمول کرتے ہیں۔ جب وہ روایات یہ کہتی ہیں کہ اولین قرآن موجودہ قرآن سے کچھ زیادہ مقدار پر مشتمل تھا تو یہ علماء کہہ دیتے ہیں کہ اس سے زائد حصہ کی تلاوت منسوخ کر دی گئی تھی یہی بات آلوسی نے اپنی گزشتہ عبارت میں کہی جو ان کے دیگر علماء کہتے ہیں اور وہ آپ کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ چنانچہ اس بارے میں ان کے دیگر علماء حضرات کا کلام نقل کرنا بھی مناسب رہے گا:۔

۱:۔ مسور بن مخرمہ روایت کرتا ہے کہ عمر نے عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا: کیا آپ کو یاد نہیں کہ جو قرآن نازل ہوا تھا اس میں یہ آیت موجود تھی۔

"ان جاھدوا کماجاھدتم اول مرّۃ"

لیکن میں اب قرآن میں یہ آیت نہیں دیکھ رہا۔

عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا:

''قرآن کا جو حصہ ساقط کر دیا گیا تھا اس میں یہ آیت بھی شامل تھی''

۲:۔ اور ابن ابی داؤد بن انباری کی ابن شہاب سے روایت ہے کہ اس نے کہا:

''ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ قرآن بہت زیادہ مقدار میں نازل ہوا تھا پھر جنگ یمامہ میں بہت سے افراد قتل ہو گئے جو قرآن کے حافظ تھے اور وہ سب انھیں یاد تھا! ہاں ان کے بعد نہ علم حاصل ہو سکا نہ لکھا جا سکا''

۳:۔ عروۃ بن زبیرؓ، بی بی عائشہؓ سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:۔

''سورۂ احزاب نبی اکرمؐ کے زمانے میں دو سو آیات میں تلاوت کی جاتی تھی پھر جب حضرت عثمان نے مصاحف کی کتابت کرائی تو اس میں سے ہمیں اتنی ہی مل سکی جواب موجود ہیں''۔

۴:۔ ابن عباسؓ، حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:۔

''اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اور آپؐ کے ساتھ کتاب نازل فرمائی اس کتاب میں ایک آیت رجم بھی تھی اور اس آیت کے تحت رسول اکرمؐ بھی مجرم کو ''رجم'' سنگسار کرتے رہے اور ہم بھی رجم کرتے رہے پھر کہا کہ ہم یوں پڑھا کرتے تھے۔

''ولا ترغبوا عن اباء کم فانه کفر بکم

اوان کفرًا بکم ان ترغبو ابائکم....

آیت رجم کہ اس روایت کے مطابق حضرت عمر نے جس کا دعوٰی فرمایا ہے کہ وہ قرآن کا ایک جزو تھی وہ چند صورتوں میں روایت ہے:

۱۔ ''اذازنی الشیخ و الشیخة فارجموهماالبتة نکالاً من الله والله عزیز حکیم''

۲۔ ''الشیخ و الشیخة فارجموهما البتة بما قضیا من اللذة''

۳۔ ''ان الشیخ و الشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة''

اس کے علاوہ دیگر ایسے بہت سے موارد ہیں جن کے بارے میں یہ لوگ نسخ التلاوۃ کا نظریہ رکھتے ہیں، جب کہ ابھی یہ بات واضح نہیں ہو سکتی کہ نسخ التلاوت سے ان کی کیا مراد ہے؟

کیا ان آیات کو رسولِ اکرمؐ کے حکم سے نسخ التلاوت کر دیا گیا تھا؟ یا ان حضرات کے حکم سے منسوخ کر دیا گیا تھا جو رسول اکرمؐ کے بعد خلافت کے مالک اور زعامت کے متصدی قرار پائے؟

اگر چہ پہلا احتمال ہو کہ ان آیات کو رسول اکرمؐ نے منسوخ کیا تو یہ ثابت ہو گیا کہ ان لوگوں کے اعتقاد کے مطابق منسوخ شدہ حصہ بصورت تواتر قرآن تھا اور اسی لیے وہ یہ بات دہراتے ہیں'' کہ وہ لوگ انہیں تلاوت کرتے تھے جن تک اس نسخ کی اطلاع نہیں پہنچی تھی''۔ چنانچہ آلوسی نے گزشتہ عبارت میں اس بات کو بڑی صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نسخ پر کیا دلیل ہے اور اس نسخ کا ثبوت کس قسم کا ہے؟ یہ خبر واحد سے ہے یا خبر متواتر؟ اگر اس نسخ کے ساتھ ثبوت میں خبر واحد موجود ہو تو علمِ اصول اور دیگر تمام مناسب مقامات میں یہ امر بڑی وضاحت کے ساتھ پایۂ ثبوت تک پہنچایا گیا ہے کہ قرآنِ مجید کو خبرِ واحد کے

ساتھ منسوخ قرار دینا جائز نہیں اور بظاہر اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ اگر کوئی اختلاف ہے تو اس بات میں ہے کہ کیا کتابِ خدا کے عموم کو خبر واحد کے ساتھ تخصیص کرنا جائز ہے یا نہیں؟ لیکن جہاں تک کتابِ خدا کو خبرِ واحد کے ساتھ منسوخ کرنے کا تعلق ہے، تو اس کے عدم جواز پر اتفاق ہے۔

اگر اس نسخ کی دلیل میں کوئی خبرِ متواتر اور سنتِ متواترہ پیش کی جائے۔

اَوّلاً تو یہ تواتر ثابت نہیں (جیسا کہ واضح ہے)۔

ثانیاً ہم یہ جواب دیں گے کہ شافعی اور اس کے اکثر اصحاب نیز بہت سے اصحاب ظاہر اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ قرآنِ مجید کی کسی آیت کو سنتِ متواترہ کے ساتھ منسوخ قرار دینا جائز نہیں ہے اور احمد بن حنبل کی دو میں سے ایک روایت میں بھی منقول ہے بلکہ جو حضرات اس قسم کے نسخ کے جواز کے قائل ہوئے ہیں، ان میں سے ایک جماعت نے کہا ہے کہ ایسا کرنا جائز تو ہے لیکن اس کا وقوع اور تحقق نہیں ہوا۔ یعنی کوئی بھی آیت سنتِ متواترہ کے ساتھ منسوخ نہیں کی گئی۔

اگر دوسرا احتمال ثابت ہو یعنی اس حصہ قرآنی کو رسولِ اکرمؐ کے بعد خلیفہ اور زعماء قوم کے حکم سے منسوخ التلاوۃ قرار دیا گیا ہے تو یہ بعینہٖ تحریف کا نظریہ ہے گویا آلوسی اور اس کے نقش قدم پر چلنے والے تمام حضرات یہ وہم کرتے رہے ہیں کہ بابِ تحریف میں یہ ساری نزاع ایک لفظی نزاع ہے ورنہ ذرا بتایئے تحریف واقع ہونے اور اس طرح کے نسخ التلاوۃ میں کیا فرق ہے؟ اب اس بناء پر یہ کہنا صحیح ہو گا کہ علماء اہل سنت کی اکثریت قائل تحریف ہے، کیونکہ وہ سب نسخ التلاوت کو قبول کرنے کی صراحت کرتے ہیں، جب کہ نسخ التلاوۃ کی بازگشت اسی تحریف کی جانب ہوتی ہے۔ بلکہ نسخ التلاوۃ بعینہٖ تحریف ہے اس سے عیاں ہو جاتا ہے کہ "مَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ" (جسے خدا نور نہ بخشے اس کے ہاں نور کبھی نہیں آ سکتا)۔ یہ قول خود آلوسی اور اس کے پیرو لوگوں کی بے نوری کا مظہر بن رہا ہے۔

چوتھا نقص

اس امر کا کیا جواز ہے کہ وہ دو سورتیں "سورۃ الخلع و الحفد" جنہیں راغب نے محاضرات میں "سورۃ القنوت" کا نام دیا، ان علماء نے انہیں مصحف ابنِ عباس اور مصحف زید کی طرف منسوب کیا اور ابو موسیٰ کی قراءت کا حصہ قرار دیا ہے۔ پھر ان دونوں سورتوں کو جزوِ قرآن مان لینا کیونکر جائز ہے جب کہ ان میں کئی ایک فنی نقائص موجود ہیں کیونکہ پہلی صورت میں "يفجرك" کا لفظ ہے جس میں کلمہ "يفجر" متعدی آیا ہے لیکن یہ ضمیر خطاب کی طرف کیسے متعدی ہو سکتی ہے؟

اسی طرح "خلع" کہ جو "أوثان" یعنی بتوں سے مناسبت رکھتا ہے اس کا یہاں کیا معنی ہو گا اور یہ

غلطی کس طریقے سے دور کی جائے گی؟ نیز عذاب کو "ملحق" کے لفظ سے تعبیر کرنے میں کیا نکتہ مضمر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب کافرین سے ملحق ہے تو پھر مومن کو عذاب الٰہی سے خوف دلانے کے لیے کون سی دلیل پیش کی جا سکے گی اور اس میں کیا مناسبت پیدا ہو گی؟ ہاں اس عبارت کا مفہوم تو یہ نکلتا ہے کہ مومن کو عذاب خدا سے خوف نہیں کھانا چاہیے کہ وہ تو کافرین سے ملحق ہو گا۔

یہی صورت حال اس آیتِ رجم کی ہے جس کے بارے میں ایک روایت کے مطابق حضرت عمر نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ قرآن مجید کا حصہ تھا اور اس کو کئی شکلوں میں روایت کیا گیا۔

ایک یہ کہ: "اذا زنی الشیخ و الشیخة فارجموهما البتة نکالاً من الله و الله عزیز حکیم"

اور دوسری یہ کہ: "الشیخ و الشیخة فارجموهما البتة بما قضیا من اللذة"

اور تیسری یہ کہ: "ان الشیخ و الشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة۔

اب نسخ التلاوت کے قائل سے سوال کیا جا سکتا ہے کہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو بتائیے کہ "الشیخ و الشیخة فارجموهما البتة بما قضیا من اللذة" میں "فارجموهما" میں فاء کے داخل ہونے کی کیا وجہ ہے؟ کیونکہ فاء ہمیشہ شرط یا اس کی مثل شے کے جواب میں داخل ہوتی ہے اور یہاں ایسی کوئی شے موجود نہیں ہے۔ اس کا جواز نہ تو ظاہراً ہے اور نہ ہی تقدیری طور پر اس کی صحت کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے، کیونکہ جو آیت سورۂ نور میں موجود ہے اس میں "الزانیة و الزانی فاجلدوا" میں "فاجلدوا" پر فاء کے داخل ہونے کا تقدیری جواز موجود ہے اس میں "اجلدوا" کا کلمہ بمنزلہ جزاء کے ہے اور مبتدا میں موجود صفتِ زنا بمنزلہ شرط کے ہے۔ لہذا یہ درّے لگنا زنا کے فعل کی سزا ہے۔ لیکن آیت رجم میں "فارجموهما" کو شیخوخہ یعنی بڑھاپے کی جزا قرار نہیں دیا جا سکتا اور پھر سنگسار کرنا بڑھاپے کی سزا کیسے ہو سکتی ہے اور بڑھاپا سنگسار کیے جانے کا سبب کیونکر ہو سکتا ہے۔ پس ظاہر ہو رہا ہے کہ اس فاء کا داخل ہونا خود بخود اس روایت کے کذب پر دلالت کر رہا ہے اور یہ نکتہ کسی بھی صاحبِ درایت و تحقیق پر مخفی نہیں ہے۔

پھر غور کیجیے کہ قضاء اللذة یعنی لذت اٹھانا کہ جو جماع کرنے سے عام ہے (جماع کے علاوہ دیگر ذرائع سے بھی لذت حاصل کی جا سکتی ہے) پھر جماع کرنا زنا سے عام ہے (کیونکہ جماع اپنی حلال بیوی سے بھی کیا جاتا ہے)۔ پھر زنا کرنا رجم کے سبب سے عام ہے کیونکہ رجم کا سبب ہے زنا کرنا جب کہ وہ محصن ہو یعنی زانی شادی شدہ بھی ہو۔ اس طرح فقط زنا عام ہوا (کیونکہ زنا ایسا زانی بھی کرتا ہے جو شادی شدہ نہ ہو)۔ پس یہ سب کچھ واضح ہو جانے کے بعد یہ بات علی الاطلاق کس طرح صحیح ہو سکتی ہے کہ ان کو رجم کرنا اس لیے واجب ہے کہ انہوں نے قضاء اللذة کی، یعنی لذت اٹھائی اور شہوت رانی کی ہے (جیسا کہ واضح ہے)۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ جملہ زنا کرنے سے کنایہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے تو ہم کہیں گے کہ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے تو بھی ایک سوال ابھی باقی ہے وہ یہ کہ فقط زنا مطلق تو رجم کا سبب نہیں ہوتا، جیسا کہ آیت میں ہے اور بڑھاپے کے ساتھ

ساتھ احصان کا موجود ہونا ضروری نہیں ہوتا یعنی یہ ضروری نہیں کہ ہر بوڑھا یا بڑھیا شادی شدہ بھی ہو جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

(ان تمام نقائص کے واضح ہونے کے بعد آلوسی کی گفتگو کی قلعی کھل جاتی ہے) جب ہر دو طرف کی حقیقت واضح ہوگئی تو اب یہ مرحلہ آتا ہے کہ طرفین کے دلائل بیان کیے جائیں اور تحقیق کی جائے کہ حق کس طرف ہے۔ چنانچہ اب ہماری بحث کا رُخ اسی طرف کو ہے۔

☆☆☆☆☆

ذہین کنجوس

ایک کنجوس نے برتن بنانے والے کو ایک کوزہ اور ایک کاسہ بنانے کا آرڈر دیا۔ برتن بنانے والے نے پوچھا تیرے کوزے پر کیا لکھوں؟ کنجوس نے کہا لکھو۔ **فمن شرب منه فليس مني** جو کوئی اس میں سے پیئے وہ مجھ سے نہیں ہے۔.......... برتن بنانے والے نے پوچھا تیرے کاسہ پر کیا لکھوں؟ کنجوس نے کہا کہ لکھو۔ **ومن لم يطعمه فانه مني** یعنی جو کوئی اس میں سے نہ کھائے وہ مجھ سے ہے۔ (بقرہ۔۲۴۹)